شاہ ولی اللہؒ اور مسئلہ اجتہاد

محمد مظہر بقا

اجتہاد کی حقیقت:- لفظ "اجتہاد" "جہد" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں طاقت اور مشقت۔ لغوی اعتبار سے اجتہاد کے معنی ہیں کسی ایسے کام کی تحقیق میں سعی بلیغ کرنا جو مشقت اور کلفت کو مستلزم ہو۔[1]

اصولیین کی اصطلاح کے مطابق اجتہاد کی تعریف یہ ہے:

" استفراغ الفقیہ الوسع لتحصیل ظن بحکم شرعی۔[2]

۱- آمدی۔ ج ۲ ص ۱۳۹۔

۲- مختصر ابن حاجب ج ۲ ص ۲۸۹، تلویح ج ۲ ص ۱۱۷، کشف بزدوی ج ۴ ص ۱۱۳۴
اس تعریف میں استفراغ الوسع کی قید اس لئے ہے کہ اگر سعی تمام نہ کی تو وہ اجتہاد معتبر نہ ہوگا۔ (التقریر ج ۳ ص ۱۹۱)
فقیہ کی قید اس لئے ہے کہ اگر غیر فقیہ مثلاً کوئی نحوی یا متکلم اس طرح کی کوشش کرے تو اسے اصطلاحی اجتہاد نہ کہیں گے۔ (کشف بزدوی ج ۴ ص ۱۱۳۴، التقریر ج ۳ ص ۱۹۱)۔
تحصیل ظن کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ اگر کسی نے تحصیل علم کی کوشش کی مثلاً کسی حادثہ کے موقع پر کسی نص کی جستجو کی اور نص اسے مل گیا تو یہ اجتہاد نہ کہلائے گا (التقریر ج ۳ ص ۱۹۱، کشف بزدوی ج ۴ ص ۱۱۳۴)۔ قاضی عضد لکھتے ہیں کہ تحصیل ظن کی قید اس لئے ہے کہ قطعیات میں اجتہاد نہیں ہوتا۔ (شرح عضد ج ۲ ص ۲۸۹)۔
حکم شرعی کی قید اس لئے ہے کہ عقلی، حسی اور عرفی وغیرہ حکم کی جستجو کو (باقی اگلے صفحہ پر)

شاہ صاحب نے اصطلاحی اجتہاد کی حقیقت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

حقیقۃ الاجتہاد، علی ما یفھم من کلام العلماء، استفراغ الجھد فی ادراک الاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ عن ادلتھا التفصیلیۃ الراجعۃ کلیاتھا الی اربعۃ اقسام الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس۔ [۱]

(بقیہ حاشیہ) اجتہاد نہیں کہتے۔ (التقریر وکشف بزدوی حوالہ جات سابقہ)۔

اجتہاد کی مزید تعریفات جو کتب اصول میں مذکور ہیں۔ ان میں اہم اختلاف یہ ہے کہ بعض میں تحصیل ظن کی قید ہے بعض میں یہ قید نہیں۔

جو لوگ تحصیل ظن کی قید لگاتے ہیں، ان کے نزدیک تحصیل علم اجتہاد نہیں کہلاتا۔ اور جو لوگ یہ قید نہیں لگاتے ان کے نزدیک جس طرح تحصیل ظن اجتہاد ہے اسی طرح تحصیلِ علم بھی اجتہاد ہی ہے۔ چنانچہ بیضاوی کی تعریف کے متعلق جس میں تحصیل ظن کی قید نہیں۔ اسنوی کہتے ہیں:

ودرکھا اعم من ان یکون علی سبیل القطع او الظن (شرح منہاج ج ۳ ص ۱۴۹)

اور یہی بات ابن السبکی کہتے ہیں کہ:

ودرکھا اعم من کونہ علی سبیل القطع او الظن، ھذا مدلول لفظہ (ابہاج ج ۲ ص ۱۶۸)۔ چونکہ خود ابن السبکی جمع الجوامع میں تحصیل ظن کی قید لگاتے ہیں (جمع ج ۲ ص ۱۶۹)۔ اسی لئے انہوں نے یہاں "ھذا مدلول لفظہ" کے الفاظ بڑھائے ہیں۔ علامہ ابن ہمام بھی یہ کہتے ہیں کہ اجتہاد جس طرح ظنیات میں ہوتا ہے قطعیات میں بھی ہوتا ہے۔ (تحریر۔ ص ۵۲۳)

۱۔ عضد ص ۶۔ ادلۂ تفصیلیہ ان تفصیلی دلائل کو کہتے ہیں جن میں سے ہر دلیل ایک معین حکم کو بتاتی ہے مثلاً (اقیموا الصلوٰۃ) یا (لا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق) اور ادلۂ اجمالیہ ان کلی قواعد کو کہتے ہیں جن سے اصول فقہ میں بحث کی جاتی ہے۔ مثلاً ——— الاصل فی الاشیاء الاباحۃ وغیرہ (اصول تشریع اسلامی ص ۳، ۴)۔

شاہ صاحب نے اس تعریف میں فقیہ کی قید نہیں لگائی لیکن اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، اس لئے کہ وہ تمام لوگ جو اس قید کا ذکر نہیں کرتے، اس قید کو مقدر مانتے ہیں۔ کیوں کہ سب کے نزدیک یہ مسلّم ہے کہ کسی دوسرے فن کے آدمی کی اپنے فن میں سعی تمام کو اصطلاحی اجتہاد نہیں کہتے۔

البتہ اس تعریف میں جس قید کے نہ ہونے سے نظریاتی اختلاف واقع ہو جاتا ہے وہ تحصیل ظن کی قید ہے شاہ صاحب نے مطلقاً ادراک کہا ہے جو تحصیل ظن اور تحصیل علم دونوں کو شامل ہے۔

اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاہ صاحب بھی ان لوگوں کے ہم خیال ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ادراک میں ظن کی قید نہیں، بلکہ اگر یہ ادراک بطریق علم قطع ہو تب بھی یہ اجتہاد ہی کہلائے گا۔ [1]

لیکن حقیقت حال اس سے مختلف ہے کیوں کہ ایک موقع پر اجتہاد کے اصل معنی بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں:-

" و اصل معنی اجتہاد آنست کہ جملہ عظیمہ از احکام فقہ دانستہ باشد بادلہ تفصیلیہ از کتاب و سنت و اجماع وقیاس و ہر حکم منوط بدلیل او شناختہ باشد و ظن قوی بہاں دلیل حاصل کردہ " [2]

گویا اجتہاد کے بعد جو چیز مجتہد کو حاصل ہوتی ہے وہ دلیل سے اس حکم کے ثبوت کا ظن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب اجتہاد کی تعریف میں تحصیل ظن کی قید کا اعتبار کرتے ہیں۔ اگرچہ فقیہ کی قید کی طرح تحصیل ظن کی قید کا بھی انہوں نے ذکر نہیں کیا۔

اجتہاد کی تعریف سے شاہ صاحب کے اخذ کردہ نتائج:- شاہ صاحب نے اپنی پہلی تعریف پر حسب ذیل تفریعات کی ہیں:-

---

۱۔ متعلقہ تفصیل حاشیہ صفحہ گزشتہ میں گزر چکی ہے۔ (۲)۔ انالہ ۱۵ ص ۴۔

۱۔ اجتہاد کے لئے یہ ضروری نہیں کہ صرف کسی ایسے مسئلہ کے ادراک کے لئے کوشش کی جائے جس پر علماء سلف میں سے کسی نے گفتگو نہ کی ہو بلکہ اگر کوئی شخص کسی ایسے حکم کے ادراک میں سعی تمام صرف کرتا ہے جس میں علماء سلف گفتگو کر چکے ہوں، تو خواہ اس کا ادراک علماء سلف کے موافق ہو یا مخالف، اجتہاد ہی کہلائے گا۔ [۱]

۲۔ اجتہاد کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جن مسائل میں کوشش کی جا رہی ہے، ان مسائل کی صورت اور ان کے تفصیلی دلائل پہلے کسی نے بیان نہ کئے ہوں، خود اپنے دماغ سے بغیر کسی کی اعانت کے، دلائل سے ان کا حکم معلوم کیا جائے۔ بلکہ اس کوشش میں اگر علماء سلف میں سے کسی کی اعانت بھی حاصل ہو جاتی ہے، تب بھی یہ اجتہاد ہی کہلائے گا۔ [۲]

یہ بات شاہ صاحب نے مقدمہ مصفیٰ میں بھی لکھی ہے۔ [۳]

<u>اجتہاد کے سلسلہ میں دو فاسد گمانوں کی تردید</u>:۔ سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے اس موقع پر شاہ صاحب نے دو حسب ذیل فاسد گمانوں کی تردید بھی کی ہے۔

۱۔ اگر کوئی شخص ہر حکم کی دلیل بھی جانتا ہے، اس دلیل سے اس کا قلب مطمئن بھی ہے اور وہ جو کچھ کہہ رہا ہے علیٰ وجہ البصیرۃ کہہ رہا ہے لیکن اکثر مسائل میں وہ اپنے شیخ کی موافقت کرتا ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ ایسا شخص مجتہد نہیں۔ شاہ صاحب کے نزدیک یہ گمان فاسد ہے۔ [۴]

۲۔ اسی طرح پہلے گمان پر اعتماد کرتے ہوئے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں مجتہد کا وجود نہیں۔ شاہ صاحب اسے بھی ایک گمان فاسد اور بناء فاسد

۱۔ عقد۔ ص ۶۔

۲۔ ایضاً۔ علامہ تفتازانی لکھتے ہیں: حصول الامارۃ بطریق الاخذ والتعلم عن المجتھد لاینا فی الاجتہاد: (حاشیہ علیٰ شرح عقد۔ ج ۲ ص ۲۹۱)۔

۳۔ ص ۱۱۔ (۴)۔ ایضاً۔ ص ۹۔

علیٰ الفاسد قرار دیتے ہیں۔ [1]

شاہ صاحب کو اس تفریع و تمدید کی ضرورت کیوں پیش آئی، اس کے بارے میں صحیح صورت حال تو آئندہ معلوم ہوگی۔ جہاں اس پر گفتگو کی جائے گی کہ مجتہدین کے اقسام کیا ہیں۔ اور یہ کہ کیا کوئی زمانہ مجتہد کے وجود سے خالی ہو سکتا ہے یا نہیں۔ لیکن اجمالی طور پر یہاں اتنا اشارہ ضروری ہے کہ شاہ صاحب یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اجتہاد کی اس تعریف سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ تعریف صرف مجتہد مطلق مستقل کے اجتہاد پر صادق آتی ہے بلکہ یہ تعریف اس اجتہاد پر بھی صادق آتی ہے جو اس سے کم درجہ کے مجتہدین کا اجتہاد ہوتا ہے اور ان مجتہدین مطلق مستقل سے کم درجہ کے مجتہدین کا وجود بقول شاہ صاحب ہر زمانہ میں ضروری ہے۔

مجتہدین کے اقسام:۔ مجتہدین کی کتنی قسمیں ہیں اور ان کے نام کیا ہیں، اس سلسلہ میں حنفی اور شافعی علماء میں ایک گونہ اختلاف ہے۔ ابن الکمال الوزیر (م ۹۴۰ھ) نے اپنے ایک مختصر رسالہ "طبقات الفقہاء" میں فقہاء کو حسب ذیل سات طبقات پر تقسیم کیا ہے:۔

(۱)۔ مجتہدین فی الشرع۔ (۲)۔ مجتہدین فی المذہب۔ (۳)۔ مجتہدین فی المسائل۔

(۴)۔ مقلدین میں سے اصحاب تخریج۔ (۵)۔ مقلدین میں سے اصحاب ترجیح۔

(۶)۔ مقلدین میں سے وہ لوگ جو اقوی، قوی اور ضعیف اور ظاہر الروایت اور روایت نادرہ میں تمیز کر سکیں۔

(۷)۔ مقلدین میں سے وہ لوگ جو مذکورہ امور میں سے کسی چیز پر قادر نہیں۔ [2]

احناف میں عام طور پر یہی تقسیم مشہور ہے چنانچہ ابن عابدینؒ نے "عقود رسم المفتی" اور "رد المحتار" میں اور طاش کبری زادہؒ نے "طبقات الفقہاء" میں اسی کو اختیار کیا ہے وغیرہ۔ [3]

۱۔ مصفیٰ۔

۲۔ طبقات الفقہاء منقولہ در حسن التقاضی از زاہد الکوثری۔ حاشیہ ص ۲۵۔

۳۔ ص ۱۱-۱۲۔ (۴)۔ ج ۱ ص ۵۵۔ (۵) ص ۷-۱۰۔

ابن الکمال نے ان سات طبقات میں سے پہلے تین طبقات کو مجتہدین میں سے شمار کیا ہے باقی چار کو مقلدین میں سے۔

رافعی اور نووی نے مجتہدین کی حسب ذیل اقسام لکھی ہیں:۔

(۱)۔مجتہد مستقل (۲)۔مجتہد مطلق منتسب (۳)۔مجتہد فی المذہب (۴)۔مجتہد فی الفتیا یا متبحر

۱۔اس موقع پر دو باتوں پر غور کر لینا مناسب ہوگا۔ایک یہ کہ کیا مجتہدین کی ترتیب میں احناف و شوافع کے درمیان کوئی حقیقی فرق ہے۔دوسرے یہ کہ مجتہدین صرف تین قسم کے ہوتے ہیں جیسا کہ ابن الکمال نے کہا یا چار قسم کے جیسا کہ شوافع اور ان کی اتباع میں شاہ صاحب کہتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ مجتہدین کی ترتیب کی حد تک دونوں ترتیبوں میں ناموں اور اصطلاحات کے فرق کے سوا کوئی فرق ہی نہیں کہ ایک کے اچھے ہونے اور دوسری کے اچھے نہ ہونے کا سوال پیدا ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کام کے اعتبار سے مجتہدین کی تقسیم حسب ذیل طریقہ پر کی جاتی ہے۔

۱۔جو تاسیس اصول کرے اور تمام ابواب شرع میں مجتہد ہو۔(عقد، ص ۱۰، الانصاف ص ۱۷)۔

۲۔جو اصول میں اپنے امام کا مقلد ہو۔اور تمام فروع شرع میں مجتہد ہو۔(الانصاف ص ۴۷، ابوزہرہ اصول فقہ، ص ۳۸۲)۔ (۳)۔جو اصول و نصوص میں اپنے امام کا مقلد ہو۔اور جس مسئلہ میں امام کا نص نہ ہو اس میں امام کے نصوص سے اس کے اصول کے مطابق تخریج کرے (عقد، ص ۱۱)

کام کے اعتبار سے مجتہدین کی ان تین قسموں پر احناف و شوافع دونوں کا اتفاق ہے البتہ بعض شوافع اور ان کی پیروی میں شاہ صاحب بھی مجتہد کی ایک چوتھی قسم بھی بیان کرتے ہیں یعنی (۴) جو اپنے امام کے مذہب میں متبحر ہو، متعارض روایات میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دے سکے اور اصول نصوص اور جمہور اصحاب کی متفقہ تخریجات میں اپنے مذہب کا پابند ہو۔(عقد، ص ۱۱، ۴۷)۔

پہلی قسم کے مجتہد کو احناف کی اصطلاح کے مطابق مجتہد فی الشرع کہا جاتا ہے اور شوافع کی اصطلاح کے مطابق مجتہد مطلق مستقل۔ دوسری قسم کے مجتہد کو احناف کی اصطلاح کے مطابق مجتہد فی المذہب کہا جاتا ہے اور شوافع کی اصطلاح کے مطابق مجتہد مطلق منتسب۔ تیسری قسم کے مجتہد کو احناف کی اصطلاح کے مطابق مجتہد فی المسائل یا صاحب تخریج (من المجتہدین) کہا جاتا ہے اور شوافع کی

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فی المذہب[۱]۔

شوافع میں عام طور سے اسی تقسیم کو شہرت حاصل ہے۔[۲]

شاہ صاحب نے مجتہدین کی تقسیم میں احناف کی بجائے شوافع کا طریق اختیار کیا ہے چنانچہ

(بقیہ حاشیہ) اصطلاح کے مطابق مجتہد فی المذہب اور جو تھی قسم کو قطع نظر اس کے کہ وہ مجتہد ہے یا مقلد، احناف کی اصطلاح کے مطابق صاحب ترجیح کہا جاتا ہے اور شوافع کی اصطلاح کے مطابق مجتہد فی الفتیا یا متبحر فی المذہب ۔ معلوم ہوا کہ احناف اور شوافع کی ترتیب میں جو فرق بھی نظر آتا ہے وہ حقیقی فرق نہیں بلکہ صرف اصطلاحات کا فرق ہے ۔ اور جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے یعنی یہ کہ مجتہدین تین قسم کے ہوتے ہیں یا چار قسم کے اس سلسلہ میں حق صرف وہ معلوم ہوتا ہے جو ابن الکمال یا ابن حجر نے کہا ہے کہ مجتہدین کی صرف تین قسمیں ہیں۔ باقی رہا مجتہد فی الفتیا یا صاحب ترجیح۔ اسے مجتہد شمار نہیں کیا جانا چاہیئے اس لئے کہ متعارض روایات میں ترجیح جو اس کا اصل کام ہے کسی حکم شرعی کا ادراک واستنباط نہیں جسے اصطلاحی اجتہاد کہا جاتا ہے ۔ استاد ابوزہرہ نے بھی صاحب ترجیح کو مجتہد ماننے میں تامل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر اسے مجتہد کہا جا سکتا ہے تو صرف اس اعتبار سے کہ اسے ترجیح میں اجتہاد حاصل ہوتا ہے۔ (اصول فقہ ۔ ص ۳۸۲) ۔ لیکن ظاہر ہے ترجیح میں اجتہاد کو اصطلاحی اجتہاد نہیں کہتے۔ شاہ صاحب نے جہاں مجتہدین کی اقسام بتائی ہیں وہاں تو مجتہد فی الفتیا کو مجتہد بتایا ہے لیکن جہاں مجتہدین کے کاموں کو مثالوں کے ذریعے سمجھایا ہے وہاں صرف پہلے تین مجتہدین کا ذکر ہے اس کا ذکر ہی نہیں۔ (الانصاف ۔ ص ۳۴، ۶۷)۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید شاہ صاحب کے نزدیک بھی حقیقتاً مجتہد نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

۱۔ عقد، ص ۱۰ - ۱۱۔

۲۔ بعض شوافع مثلاً ابن السبکی نے جمع (ص ۳۸۵ ، ۳۸۶) میں اور زکریا انصاری نے لب الاصول [illegible] میں مجتہدین کی صرف تین قسمیں بیان کی ہیں، مجتہد مطلق، مجتہد فی المذہب اور مجتہد الفتیا یا متبحر فی المذہب۔ یہ شاید اس لئے کہ مجتہد مطلق [illegible] منتسب دونوں کو شامل ہے۔

نووی اور رافعی ہی کے حوالے سے مجتہدین کی مذکورہ چار قسمیں لکھی ہیں۔ [۱]

مثالوں کے ذریعے مجتہدین کے کاموں کی تفہیم:۔ شاہ صاحب نے دو مثالوں کے ذریعے مجتہدین کے اس فرق کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ آج جو شخص طبابت کرے، وہ یا تو (براہِ راست) اس طرح کرے گا جس طرح یونان و ہند کے اطباء نے کیا۔ ایسا شخص مجتہد مستقل کے مقام میں ہوگا یعنی اسی طرح مجتہد مستقل جس طرح یونان و ہند کے پہلے اطباء تھے۔

پھر اگر اس طبیب نے ادویہ کے خواص، امراض کی نوعیت اور اشربہ اور معاجین کی ترکیب کی کیفیت اپنی عقل سے اس طرح جان لی کہ اگرچہ اسے ان امور میں سابق اطباء کی تنبیہ سے تنبہ ہوا، لیکن اس نے بغیر تقلید کے ان چیزوں کو یقین کے ساتھ جان لیا اور اسے اس پر قدرت ہوگئی کہ جیسا انھوں نے کیا تھا، یہ بھی کر سکے، اس کے ساتھ ہی وہ عقاقیر کے ان خواص کو بھی جان لے جن پر اس سے قبل گفتگو نہ کی گئی تھی اور امراض کے اسباب، ان کی علامات اور ان کے علاج اس طرح بیان کرے کہ سابقین نے بیان نہ کئے ہوں اور بعض امور میں سابقین کی مخالفت کرے خواہ یہ مخالفت کم ہو یا زیادہ، تو اس کا درجہ مجتہد مطلق منتسب کا درجہ ہوگا۔

اور اگر وہ ان چیزوں کو، یقین کامل کے بغیر سابقین سے بعینہٖ قبول کرے، اور اس زمانہ کے اکثر اطباء کی طرح اس کا طریقہ یہ ہو کہ وہ سابقین کے مقرر کردہ قواعد کے مطابق اشربہ اور معاجین تیار کرتا رہے تو وہ مجتہد فی المذہب کے درجہ میں ہوگا۔

اسی طرح جو شخص اس زمانہ میں شعر کہے، وہ یا تو اشعار عرب کی اتباع کرے گا

۱۔ عقد۔ ص ۱۰، ۱۱۔ شاہ صاحب نے مجتہدین کے اقسام، ان کے کام اور ان کی شرائط کے سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا بیشتر حصہ بغوی، نووی، رافعی، غزالی اور انوار کے حوالے سے لکھا ہے اور ان کے طول طویل اقتباسات نقل کئے ہیں۔ گویا شاہ صاحب کو جس کی جس بات سے اتفاق تھا اسے اپنی کتابوں میں نقل کر دیا۔

اور ان کے اوزان وقوافی اور ان کے قصائد کا اسلوب اختیار کرے گا یا وہ اشعار عجم کی اتباع کرے گا۔ عرب وعجم کے یہ شعراء مجتہد مستقل کی طرح ہیں۔

پھر اگر یہ شاعر، غزل، تشبیب، مدح، ہجو اور وعظ کی انواع میں اختراع بھی کرے اور استعارات اور بدائع وغیرہ کا استعمال بھی ایسے حیرت انگیز طریقے سے کرے کہ سابقین نے نہ کیا ہو بلکہ سابقوں کے بعض صنائع سے متنبہ ہوکر وہ نظیر کو نظیر پہ حمل، اور ایک کو دوسرے پہ قیاس کرے اور اسے اس پہ قدرت ہو کہ کوئی ایسی بحر بھی ایجاد کرے جس میں کسی نے اس سے پہلے اشعار نہ کہے ہوں، یا کوئی جدید اسلوب اختیار کرے مثلاً مثنوی اور رباعی کا نظم اور ردیف یعنی اس کلمہ نامہ کی رعایت جو قافیہ کے بعد ہر شعر میں مکرر ہوتا ہے۔ وہ عربی اشعار میں یہ تمام باتیں کرنے لگے تو وہ مجتہد مطلق منتسب کے درجہ میں ہوگا۔ اور اگر وہ مخترع نہ ہو، صرف ان کے طریقہ کی پیروی کرتا ہو تو وہ مجتہد فی المذہب کے درجہ میں ہوگا۔[1]

مجتہد مطلق کے متفق علیہ شرائط:- جو لوگ اجماع وقیاس کو حجت مانتے ہیں، ان کے نزدیک بالاتفاق مجتہد مطلق کے لئے حسب ذیل پانچ چیزوں کا علم ضروری ہے۔

(۱)۔ کتاب (۲)۔ سنت (۳)۔ اجماع (۴)۔ قیاس (۵)۔ علم عربیت۔

شاہ صاحب نے بھی بغوی کے حوالہ سے ان پانچ چیزوں کا علم مجتہد مطلق کے لئے ضروری قرار دیا ہے[2]۔ البتہ اجماع کے بجائے "علم اقاویل سلف" لکھا ہے۔

اجماع چونکہ "علم اقاویل سلف" کا ایک جزء ہے اس لئے اتنا تو معلوم ہوگیا کہ اجماع کی شرطیت سے شاہ صاحب کو بھی انکار نہیں۔

باقی تفصیلی گفتگو اجماع کی بحث میں کی جائے گی۔

۱۔ الانصاف۔ ص ۷۴ - ۷۶۔ ۲۔ عقد۔ ص ۷ - ۸۔